پروفیسر خالد شبیر احمد (قسط نمبر ۳)

اکابرِ اسلام اور قادیانیت

اسی طرح اشعار میں بھی آپ نے ختم نبوت کی اہمیت کو اس طرح سے واضح کیا۔

لا نبی بعدی ز احسانِ خدا است | پردۂ ناموس دینِ مصطفیٰ است
قوم را سرمایۂ قوت ازو | حفظِ سر وحدت ملت ازو
دل ز غیر اللہ مسلمان می کند | دل ز غیر اللہ مسلمان مجا کند

نعرۂ لا قوم بعدی می زند

ختم نبوت کے بغیر رسالت کا عقیدہ مکمل نہیں ہوتا اور رسالت کا ہی یہ معجزہ ہے کہ بے شمار نسلوں اور بے شمار ثقافتوں کے لوگ ایک مرکز پر آ کر ہم نوا اور ہم مدعا ہو جاتے ہیں۔ کثرت ایک نقطۂ وحدت میں آ کر سرخرو ہوتی ہے اور یہی وہ وحدت ہے جو ہمارے دل و دماغ میں رچ بس گئی ہے اور ہم زندہ جاوید ہو گئے ہیں۔ اب افراد آتے اور جاتے رہیں گے۔ زمانہ اپنے تغیرات کے ساتھ رواں دواں رہے گا۔ لیکن ملتِ اسلامیہ ان تمام حالات سے بے نیاز ہو کر محض نسبتِ حضور اکرم ﷺ کے بل بوتے پر ہمیشہ قائم و دائم رہے گی۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوگا کہ حضور اکرم ﷺ پر دین مکمل ہو گیا ہے۔ جیسے آپ خاتم النبیین ﷺ ہیں۔ ویسے آپ کی امت خاتم الامم ہے۔ ملت اسلامیہ کے علاوہ جتنی بھی دنیا کے اندر دوسری اقوام ہیں یا آئندہ چل کر قائم ہوں گی وہ سراسر آئین فطرت کے خلاف ہوں گی کہ اس لئے کہ یا تو وہ نسل کی بنیاد پر قائم ہوں گی یا وطن کی بنیاد پر لیکن یہ سب بنیادیں ملتِ اسلامیہ کی بنیاد کے سامنے اس قدر کمزور اور بے جان ہیں کہ ان کا ہمیشہ کیلئے برقرار رہنا ایک ناممکن سی بات ہے۔ حق کے مقابلے میں باطل کی عمر ہمیشہ کم رہی ہے۔ اب کوئی نیا نبی یا نئی قوم، اسلامی تعلیمات سے بڑھ کر اپنے اندر وسعت، گہرائی یا کشش پیدا نہیں کر سکتی بلکہ نئی قوم، نئے مذہب سے انسان کے اندر مزید تفرقہ و تفریق پیدا ہوگی۔ یوں آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس پوری انسانیت کے لئے سراپا رحمت ہے کہ جس کے دم سے نہ صرف ملت اسلامیہ بلکہ ایک طرح سے پوری انسانیت قیامت تک کیلئے مختلف طبقوں اور فرقوں میں بٹنے سے محفوظ و مامون ہو گئی۔ یہی بات آپ کے رحمت العالمین ہونے کی شان کو اجاگر کرتی ہے۔ گویا آپ کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے آپؐ کے رحمت العالمین ہونے کی صفت قائم ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ:

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد
بر رسول ما رسالت ختم کرد

رونق از ما محفل ایام را
او رسل را ختم و ما اقوام را
خدمت ساقی گری یاں گزاشت
داد مارا آخری جامے کہ داشت

دین اسلام کے اس بنیادی عقیدے پر قادیانی جماعت ایک کاری ضرب لگانا چاہتی تھی۔ اکابرین مجلس احرار اسلام (اللہ ان کی قبروں کو اپنے نور سے منور کرے۔ آمین) جو دین اسلام کی روح اور اسلام کے مزاج اور شعور سے پوری طرح سے واقف تھے۔ قادیانی تحریک کے خلاف سینہ سپر ہو گئے۔ ایک طویل جدوجہد کے بعد قادیانی جماعت ان کے صحیح سیاسی و مذہبی مقام پر لا کھڑا کیا کہ اب دنیا بھر میں انہیں اسلام کے نمائندے کی بجائے ایک قوت کے طور پر تسلیم کیا جانے لگا ہے جو صریحاً اسلام کے خلاف ایک بغاوت کا نشان بن کے رہ گئی ہے۔ خود معاشرے کے اندر قادیانیوں کا مقام کیا ہے؟ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ قادیانی ایک گالی بن گئے ہیں۔ جسے کوئی شریف انسان برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں، لہٰذا اگر کہیں سے قادیانی جماعت مجلس احرار اسلام کے خلاف زہر اگلتی نظر آتی ہے تو اس کا انہیں پورا پورا حق ہے کیونکہ قادیانیوں کو اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ امت مسلمہ اور اقوام عالم کے سامنے انہیں ننگا کرنے میں بنیادی کردار مجلس احرار اسلام کا ہی ہے۔

دوسری بڑی وجہ، جس نے مجلس احرار اسلام کو قادیانی محاسبے پر مجبور کرنے کیلئے ایک مؤثر کردار ادا کیا، یہ ہے کہ احرار دینی جذبے سے سرشار ہو کر محض اپنی تعلیمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے بڑی جانفشانی کے ساتھ انگریزوں کی غلامی کے خلاف نبرد آزما تھے۔ احرار یہ سمجھتے تھے کہ مسلمان غلام رہ کر نہ اپنی تمدنی قوت برقرار رکھ سکتے ہیں اور نہ اپنی سیاسی دینی حیثیت کی حفاظت کا فریضہ ادا کر سکتے ہیں۔ احرار اس حقیقت سے بھی پوری طرح آشنا تھے کہ مسلمان اپنی تعلیمات کی روشنی میں اس بات کے پابند ہیں کہ اقوام عالم کو ہر نوع کی غلامی سے نجات دلا کر اللہ کی غلامی میں لا کھڑا کریں۔ نسل کی غلامی، زبان کی غلامی، ثقافت کی غلامی اور پھر سب سے بڑھ کر وطن کی غلامی، خدا کی غلامی کے راستے کی اہم رکاوٹیں ہیں۔ غلام رہتے ہوئے بھلا مسلمان اپنی ان ذمہ داریوں کو کیسے پورا کر سکتے ہیں جو ذمہ داریاں حضور اکرم ﷺ کے ختم الرسل ہونے کی وجہ سے اب امت مسلمہ کو منتقل ہو چکی ہیں۔ لہٰذا احرار بڑی شدت کے ساتھ انگریزی استبداد سے ٹکرا گئے۔ احرار کے جان فروش رضا کاروں کی اگر مجموعی قید فرنگ کو شمار کیا جائے تو کئی سو سالوں تک پہنچتی ہے۔ احرار رہنماؤں پر جیل کے اندر ہونے والے مظالم کی داستان الگ ہے۔ مفکر احرار چودھری افضل حقؒ کا کھڑی ہتھکڑی سے ایک بازو شل ہو گیا تو بائیں ہاتھ سے لکھنا شروع کر دیا، انہیں کھانے میں سرمہ اور پارہ ملا کر کھلایا گیا جس سے آپ کی آواز بیٹھ گئی، گفتگو میں دقت محسوس کرنے لگے۔ ۱۹۳۹ء کی فوجی بھرتی بائیکاٹ کی تحریک میں گرفتار ہوئے تو موت سے صرف دس بارہ روز پہلے رہا کئے گئے۔ شورش

کاشمیریؒ پر جو ظلم ہوا اس کی داستان ان کی کتاب ''پس دیوارِ زنداں'' میں موجود ہے۔ جسے پڑھ کر صرف آنکھیں ہی نم آلود نہیں ہوتیں بلکہ دل بھی دہل جاتے ہیں۔ جانباز مرزاؒ کی کتاب ''آتش کدہ'' کا مطالعہ کر کے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ کس جذبے سے برطانوی استعمار سے ٹکرا گئے اور بالآخر اسے شکست سے دوچار کر کے ہندوستان کو آزاد کرنے میں کامیاب و کامران ہوئے۔ مولانا احسن عثمانیؒ جیل میں ہی دم توڑ گئے۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کی جیل میں برسوں پر محیط ہے۔ مولانا گل شیر شہیدؒ انگریزوں کے ایجنٹوں کی گولی کا نشانہ بن گئے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ زندگی کے دس سال جیل کی کال کوٹھڑیوں کی نذر ہو گئے۔ شیخ حسام الدینؒ، ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا مظہر علی اظہرؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ سب رہنمایانِ احرار جیل میں کیے گئے مظالم کی وجہ سے مختلف بیماریوں کا شکار ہو کر داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انگریز کے خلاف احرار کی یہ جنگ محض اس لئے تھی کہ مسلمان اپنی ملی شناخت برقرار رکھ سکیں۔ احرار اس حقیقت سے آشنا تھے کہ غلامی میں قوموں کا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے، دینی غیرت مفقود ہو جاتی ہے اور حق و باطل کی تمیز ختم ہو کے رہ جاتی ہے۔ بقول اقبالؒ۔

از غلامی دل بمیرد در بدن — از غلامی روح گردد بارِ تن

از غلامی ضعفِ پیری در شباب — از غلامی شیرِ غاب افگندہ ناب

از غلامی بزم ملت فرد فرد — ایں و آں با ایں و آں اندر نبرد

از غلامی مرد حق زنار بند — از غلامی گوہرش نا ارجمند

لیکن احرار کے مقابلے میں دوسری جانب قادیانی گروہ انگریزی اطاعت کا پرچار کر رہا تھا۔ انگریزی ظلم و ستم کے استحکام کیلئے برسرپیکار تھا۔ یہ لوگ خم ٹھونک کر مسلمانوں کو انگریزوں کی غلامی کا درس دے رہے تھے۔ جہاد کو حرام قرار دے کر انگریزوں کے ہاتھ مضبوط کرنے میں دن رات مصروف تھے۔ انگریز اقتدار امن و سلامتی اور انگریزی فیوض و برکات کے ترانے گا رہے تھے۔ جماعت احرار اور قادیانی گروہ کے اس تضاد نے بھی انہیں ایک دوسرے کے مقابل لا کھڑا کیا۔ اس ٹکراؤ کی گونج اب قیامت تک ہر آنے والی نئی نسل کے دل و دماغ سے ٹکرا کر انہیں بیدار رکھنے میں ممد و معاون ثابت ہوں گی۔ جس کا سارا اعزاز مجلس احرار اسلام کو جاتا ہے۔ احرار یہ سمجھنے میں حق بجانب تھے کہ قادیانیوں نے جہاد کو انگریزوں کی ایماء پر حرام قرار دے کر تبلیغ اور اشاعت اسلام کے سارے دروازے بند کر دیئے ہیں اور اس طرح قادیانیوں نے عین اس وقت مسلمانوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپا ہے جب وہ برطانوی سامراج کے خلاف پوری قوت کے ساتھ آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے۔ لہٰذا احرار پوری شدت اور قوت کے ساتھ آگے بڑھے اور ان سے ٹکرا گئے۔ آج صورت حال یہ کہ قادیانی گروہ اپنے آقا و مولا انگریز کی مدد کے باوجود مسلمانوں کی نگاہ میں کافر ہی نہیں بلکہ نفرت کا نشان بن کے رہ گئے ہیں اور پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا ہی نہیں کہ مصداق مطلع زیست پر کٹی ہوئی پتنگ کی صورت ہچکولے کھاتے نظر آتے ہیں۔

اس طرح انگریزوں نے مسلمانوں کے جذبۂ جہاد سے خائف ہو کر قادیانیوں کے مذہبی پلیٹ فارم سے جہاد کو حرام قرار دینے کی اشد ضرورت تھی، مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھوں پوری ہوئی۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے بلادِ اسلامیہ میں جہاں کہیں مسلمان جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر برطانوی استبداد کے خلاف نبرد آزما تھے۔ وہاں قادیانی جماعت نے من حیث الجماعت انگریزوں کی جاسوسی کی، جہاد کو حرام قرار دینے کی تحریک چلائی۔ افغانستان، عراق، شام، مصر، حتیٰ کہ روس تک قادیانی اپنے انگریز آقاؤں کے اشارے پر پہنچے اور برطانوی امپیریلزم کو مضبوط و مستحکم بنانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ (میری کتاب ''تاریخ محاسبۂ قادیانیت'' میں اس عنوان سے ایک الگ باب رقم کیا گیا ہے)

اس کے علاوہ ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں بھی قادیانیوں کا مجموعی طور پر جو کردار رہا ہے، وہ بھی احرار کے کام، احرار کے مزاج اور احرار کے مشن سے صریحاً خلاف تھا۔ قادیانی کشمیر کو اپنا مرکز بنا کر وہاں اپنے پاؤں جمانا چاہتے تھے تاکہ کشمیر کے مسلمانوں میں اثر و رسوخ حاصل کر کے اپنی سیاست سے مسلمانانِ ہند کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اس کام کیلئے کشمیر کو اس لئے بھی چنا گیا کہ ان کے غلط اور خلاف قرآن مؤقف کے مطابق کشمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقام مرقد بھی تھا۔ اس مقصد کیلئے انہوں نے کشمیر کمیٹی میں اپنے آدمی کو داخل کر کے پوری کشمیر کمیٹی پر اپنا قبضہ جمانے کی کوشش کی۔ ابھی قادیانی اپنی سازش کے تانے بانے بن ہی رہے تھے کہ احرار ایک مرتبہ پھر قادیانیوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کے آ کھڑے ہوئے۔ احرار نے ایسی کشمیر کمیٹی، جس پر قادیانیوں کا قبضہ تھا، مخالفت کی۔ علامہ اقبالؒ کو قادیانی عزائم سے آگاہ کیا۔ جو اس وقت تک کشمیر کمیٹی کی اعانت کر رہے تھے۔ یہ احرار کی ہی کاوشوں کا نتیجہ تھا کہ علامہ اقبالؒ کشمیر کمیٹی کی رکنیت سے مستعفی ہو گئے۔ علامہ اقبالؒ نے قادیانی ریشہ دوانیوں اور خلاف اسلام سرگرمیوں کی وجہ سے احتجاجاً کشمیر کمیٹی سے استعفیٰ دیا۔ جس سے مرزا بشیر الدین کے سارے عزائم خاک میں مل گئے۔ قادیانیوں کی کشمیر کمیٹی جس کے پیچھے سر فضل حسین اور دوسرے انگریزی گماشتوں کا ہاتھ تھا، ناکام ہوگئی اور ان کے مقابلے میں مسلمانوں نے الگ کشمیر کمیٹی تشکیل دی۔

ذرا غور فرمائیں! کہ قادیانیوں کے ہر منصوبے پر احرار نے پانی پھیر کے رکھ دیا تو قادیانیوں کے دل پر کیا گزرتی ہوگی۔ لہٰذا احرار کے خلاف قادیانی گروہ کا پراپیگنڈہ ان کے ایمان کا حصہ بن گیا۔ قادیانی ہندوستان کے سیاسی مسائل میں خود کانگریس کی ایماء پر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے میں مصروف رہے اور آج بھی بھارتی ایماء اور یہودی امداد کے بل بوتے پر پاکستان کے درپے آزار ہیں لیکن کانگریس کی ہمنوائی کے طعنے احرار کو دیتے رہے۔ قیام پاکستان سے پہلے لاہور پنڈت نہرو کا قادیانیوں نے شاندار استقبال کیا۔ پنڈت نہرو نے قادیانیوں کا وکیل بن کر علامہ اقبال کے ساتھ مناظرہ کیا۔ جس کے جواب میں علامہ اقبالؒ نے قادیانیوں کو اسلام اور ہندوستان دونوں کا غدار قرار دے کر احرار کی تحریک ردِ قادیانیت میں ایک نئی روح پھونک دی۔ ریڈ کلف ایوارڈ قادیانیوں نے پنڈت نہرو کے ہی ایماء پر اپنا مقدمہ الگ پیش

کر کے ضلع گورداسپور جو پاکستان میں شامل ہو چکا تھا، پاکستان سے علیحدہ کر کے ہندوستان میں شامل کرنے کی راہیں صاف کیں۔ تاکہ پٹھانکوٹ جو گورداسپور ضلع میں شامل تھا کے راستے بھارت کا کشمیر کے ساتھ رابطہ برقرار رہے۔ اسی پٹھانکوٹ کے راستے بعد میں بھارتی فوجیں کشمیر میں داخل ہوئیں، جن کے خلاف کشمیری مسلمان آج بھی جذبۂ جہاد سے سرشار ہوکر نبرد آزما ہیں۔ قیام پاکستان کے موقع پر مرزا بشیرالدین نے تقسیم کو عارضی قرار دیتے ہوئے دوبارہ ایک ملک بن جانے کی نوید سنائی۔ اکھنڈ بھارت کے قادیانی منصوبے کے تحت ایسے خواب بیان کئے گئے جن سے قیام پاکستان کے عارضی ہونے کے تأثرات مسلمانوں میں پیدا ہوں، ''مشتے نمونہ از خروارے'' کی مصداق مرزا بشیرالدین کا ایک خواب یہ بھی تھا کہ ''میں ایک چارپائی پر سویا ہوا تھا کہ گاندھی میرے پاس آ کر لیٹ گئے۔ لیکن بہت جلد اٹھ کر چلے گئے'' اس خواب کی تعبیر یہ بیان کی گئی کہ پاکستان ایک عارضی ملک ہے، جو بہت جلد ہندوستان میں پھر دوبارہ ضم ہو جائے گا۔ اس طرح قادیانی کانگریس کے ایماء پر پاکستان کے خلاف سرگرمیوں میں مصروف رہے لیکن طعنے احرار کو دیتے رہے حالانکہ احرار کی تاریخ میں کئی تحریکیں بھارت کے ہندوؤں کے خلاف تھیں۔ تحریک کپورتھلہ تحریک کشمیر، تحریک مسجد منزل گاہ سکھر، فرح نگر کا واقعہ پھر کواکھلی اور بہار کے ہندو مسلم فسادات میں احرار رضا کاروں نے جس ہمت اور شجاعت کے ساتھ پنجاب سے بہار پہنچ کر وہاں کے مسلمانوں کی مدد کی، اس کی مثال نہیں ملتی۔ کانگریس احرار کو اپنا اوّلین دشمن سمجھتی تھی۔ جس کا اظہار کانگریس نے بارہا اپنے رویہ سے کیا اور زبان سے اس بات کا اقرار بھی کیا۔ جب مجلس احرار اسلام نے ۱۹۳۱ء میں کشمیر کے ہندو راجہ کے خلاف تحریک کشمیر کا اعلان کر کے کشمیر پر یلغار کی تو گاندھی نے لندن سے (جہاں گول میز کانفرنس میں شرکت کیلئے گئے ہوئے تھے) بیان داغا کہ یہ تحریک انگریزوں کے ایماء پر ہندو اور مسلمانوں کے درمیان نفرت پیدا کرنے کیلئے چلائی گئی ہے۔ اسی طرح کئی مرتبہ گاندھی کی جانب سے احرار کو تشدد کا علمبردار کہا گیا کہ احرار کلہاڑی ساتھ رکھتے ہیں جو تشدد کی علامت ہے۔ حالانکہ میں (گاندھی) عدم تشدد کا علمبردار ہوں۔ قادیانیوں کا احرار کے خلاف یہ پراپیگنڈہ مسلمانوں میں عارضی طور پر تو کام کر گیا لیکن جھوٹ پر مستقل طور پر اعتماد کیسے کیا جاسکتا ہے؟ ''احرار اور کانگریس'' کے نام سے ایک کتاب چھپ چکی ہے جو محترم رفیق اختر نے بڑی محنت سے ترتیب دی ہے، اسے بڑھ کر قادیانیوں کے اس جھوٹ کی حقیقت کھل جاتی ہے کہ احرار کے ساتھ کانگریس کی ملی بھگت تھی یا خود قادیانیوں کے ساتھ جن کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے اسلام اور ہندوستان دونوں کو غدار تک کہہ دیا: ''میں اپنے ذہن میں اس امر کے متعلق کوئی شبہ نہیں پاتا کہ احمدی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں'' (پنڈت نہرو کے جواب میں بحوالہ'' کچھ پرانے خطوط'' ص ۲۹۳ مرتبہ جواہر لال نہرو، دہلی)

آخر وہ کون سے حالات و واقعات تھے کہ نہرو جیسی شخصیت قادیانیوں کی وکالت کرنے پر مجبور ہوگئی؟ کانگریس یہ سمجھتی تھی کہ اگر قادیانی مسلمانوں کو مکمل طور پر گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اس طرح کم از کم ہندوستان کے مسلمانوں کی عقیدت کا مرکز مکہ اور مدینہ کی بجائے قادیان بن جائے گا اور ہندوستان کے مسلمانوں کو حب الوطنی کا واسطہ دے کر وہ

کام لیا جاسکتا ہے جو اس وقت ممکن نہیں کیونکہ مسلمان تو حضورﷺ کا امتی ہونے کا شرف جب تک حاصل ہے، گمراہ کرنا مشکل ہے۔ اس ضمن میں ایک نامور ہندو ڈاکٹر شنکر داس اپنے ہندو بھائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''سب سے اہم سوال جو اس وقت ملک کے سامنے درپیش ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے اندر کس طرح قومیت کا جذبہ بیدار کیا جائے، کبھی ان کے ساتھ سودے، معاہدے اور پیکٹ کئے جاتے ہیں، کبھی لالچ دے کر ساتھ ملانے کی کوشش کی جاتی ہے، کبھی ان کے مذہبی معاملات کو سیاست کا جز بنا کر پولیٹیکل اتحاد کی کوشش کی جاتی ہے۔ مگر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ ہندوستان مسلمان اپنے آپ کو ایک الگ قوم تصور کئے بیٹھے ہیں اور وہ دن رات عرب کے ہی گیت گاتے ہیں اگر ان کا بس چلے تو وہ ہندوستان کو بھی عرب کا نام دے دیں۔ اس تاریکی میں اور اس مایوسی کے عالم میں ہندوستانی قوم پرستوں اور محبان وطن کو ایک ہی امید کی شعاع دکھائی دیتی ہے اور وہ آپ کی جھلک احمدیوں کی تحریک ہے۔ جس قدر مسلمان قادیانیت کی طرف راغب ہوں گے وہ قادیان کو اپنا مکہ تصور کرنے لگیں گے اور آخر میں محب الوطن اور قوت پرست بن جائیں گے۔ مسلمانوں میں قادیانی تحریک کی ترقی ہی عربی تہذیب اور پان اسلام ازم کا خاتمہ کرسکتی ہے۔ آؤ! ہم قادیانی تحریک کا قومی نقطۂ نظر سے مطالعہ کریں۔

پنجاب کی سرزمین میں ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی اٹھتا ہے اور مسلمانوں کو دعوت دیتا ہے کہ اے مسلمانو! خدا نے قرآن میں جس نبی کا ذکر کیا ہے وہ نبی میں ہوں، آؤ! میرے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ، اگر نہیں آؤ گے تو خدا تمہیں قیامت کے دن نہیں بخشے گا اور تم دوزخی ہو جاؤ گے''

میں مرزا صاحب نے اس اعلان کی صداقت یا بطالت پر بحث نہ کرتے ہوئے صرف یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ مرزائی مسلمان بننے سے پہلے مرزائی مسلمانوں میں کیا تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔ ایک مرزائی کا عقیدہ ہے:

۱) خدا سمے سمے کی رہبری کیلئے ایک انسان پیدا کرتا ہے جو کہ اس وقت کا نبی ہوتا ہے۔

۲) خدا نے عرب کے لوگوں میں اس اخلاقی گراوٹ کے زمانہ میں حضرت محمد ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا۔

۳) حضرت محمد کے بعد ایک نبی کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس نے مرزا صاحب کو بھیجا کہ وہ مسلمانوں کی رہنمائی کریں۔

میرے قوم پرست بھائی سوال کریں گے کہ ان عقیدوں سے قوم پرستی کا کیا تعلق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح ایک ہندو کے مسلمان ہو جانے پر اس کی شردھا اور عقیدت رام، کرشن، وید، گیتا، رامائن سے اٹھ کر قرآن اور عرب کی بھومی میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب کوئی مسلمان قادیانی بن جاتا ہے تو اس کا زاویہ نگاہ بھی بدل جاتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ سے اس کی عقیدت کم ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں جہاں اس کی خلافت پہلے عرب اور ترکستان میں تھی، اب وہ خلافت قادیان میں آجاتی ہے۔ مکہ مدینہ اس کیلئے روایتی مقام رہ جاتے ہیں...... کوئی بھی قادیانی چاہے وہ عرب، ترکستان، ایران یا دنیا کے کسی بھی گوشہ میں بیٹھا ہو وہ روحانی تشنگی کیلئے قادیان کی طرف منہ کرتا ہے۔ قادیان کی سرزمین

اس کیلئے پنیہ بھومی (سرزمینِ نجات) ہے اور اسی میں ہندوستان کی فضیلت کا راز پنہاں ہے۔ ہر قادیانی کے دل میں ہندوستان کیلئے پریم ہوگا۔ کیونکہ قادیان ہندوستان میں ہے۔ مرزا صاحب بھی ہندوستانی تھے اور اب جتنے خلیفہ اس فرقہ کی رہبری کر رہے ہیں وہ سب ہندوستانی ہیں...... یہی ایک وجہ ہے کہ مسلمان قادیانی تحریک کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ قادیانیت عربی تہذیب اور اسلام کی دشمن ہے۔

تحریک خلافت میں بھی احمدیوں نے مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیا۔ کیونکہ وہ خلافت کو بجائے ترکی یا عرب میں قائم کرنے کے قادیان میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بات عام مسلمانوں کیلئے بھی بروقت پان اسلام ازم اور پان عربی سنگھٹن کے خواب دیکھتے ہیں۔ کتنی ہی مایوس کن ہو مگر ایک قوم پرست کیلئے باعثِ مسرت ہے''۔ (مضمون ڈاکٹر شنکر داس بی ایس سی، ایم بی بی ایس، مندرجہ اخبار ''بندے ماترم'' مورخہ ۲۲ر اپریل ۱۹۳۲ء)

قادیانیوں کو اس بات کا بھی بڑا قلق ہے کہ احراریوں نے علامہ اقبالؒ جیسی شخصیت ان سے چھین لی۔ قادیانیوں کے خیال کے مطابق علامہ اقبالؒ اچھے خاصے مرزا غلام احمد اور قادیانی جماعت سے متاثر تھے۔ وہ قادیانیوں کیلئے نرم گوشہ بھی رکھتے تھے۔ لیکن علامہ انور شاہ کاشمیریؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور چودھری افضل حقؒ آئے دن علامہ اقبالؒ کے پاس آتے اور انہیں اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کرتے رہتے۔ اس بات کا برملا اظہار علامہ اقبالؒ کے قادیانی بھتیجے اعجاز نے اپنی کتاب ''مظلوم اقبال'' کے ذریعے کر دیا ہے۔ چنانچہ قادیانیوں کے ہاں احرار کے خلاف بلا کی شدت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اتنی بڑی شخصیت محض احرار کی کاوش سے ان کے چنگل سے نکل گئی۔ جبکہ مجلس احرار کو اس بات کا اعزاز حاصل ہے کہ اتنے بڑے انسان اور پاک و ہند کی اتنی اہم شخصیت علامہ اقبالؒ ان کی کوششوں سے قادیانی اثر ورسوخ سے باہر نکلی اور اپنی تحریروں سے قادیانیت پر ایک نئے انداز سے تنقید کی ہے۔ جس سے قادیانیوں کے قصر خلافت میں زلزلہ برپا ہوگیا۔ ردّ قادیانیت کی تحریک کو ایک نیا انداز اور نیا رخ میسر آیا۔ اللہ تعالیٰ نے احرار کے سینے پر یہ تمغہ سجا دیا ہے، جس پر دنیا بھر میں وہ سرخرو ہیں اور ان شاء اللہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی سرخرو ہوں گے۔ ہمارا ایمان ہے، اللہ جس سے جو چاہے کام لے لیتا ہے۔ یہ تمغہ احرار کے سینے پر ہی سجنا تھا، سج کے رہا۔ ورنہ اگر اقبالؒ خوانخواستہ قادیانی ہو جاتے تو مسلمانوں کو کتنے بڑے نقصان کا سامنا کرنا پڑتا۔ اس کے تصور سے ہی ایک مسلمان کا دل کانپ اٹھتا ہے۔

علامہ انور شاہ کاشمیریؒ کی تحریک پر ہی علامہ اقبالؒ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے میں شریک ہو کر ''تاریخ محاسبۂ قادیانیت'' میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ سر فضل حسین وائسرائے کی لیجسلیٹو کونسل کے رکن تھے۔ وہ کسی سبب سے مستعفی ہوئے تو ان کی جگہ سر ظفر اللہ کو مسلمانوں کے نمائندے کے طور پر نامزد کیا گیا۔ اس پر علامہ اقبالؒ نے مجلس احرار اسلام کے اس مطالبہ کی مکمل تائید کی کہ سر ظفر اللہ تو مسلمان ہی نہیں ہے۔ لہٰذا اس کا مسلمانوں کا نمائندہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ علامہ اقبال نے کہا کہ قادیانی جماعت محض سیاسی مراعات حاصل کرنے کیلئے مسلمانوں

میں گھسی ہوئی ہے۔ حالانکہ قادیانی خود بھی مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے بلکہ کافر قرار دیتے ہیں جبکہ مسلمان بھی انہیں کافر کہتے ہیں۔ لہٰذا قانونی طور پر حکومتِ وقت کو اس بات کا فیصلہ کرنا ہے کہ قادیانی مسلمان نہیں۔ اخبار ''اسٹیٹسمین'' میں جب علامہ اقبالؒ کے ایک مضمون ''قادیانی اور جمہور مسلمان'' شائع ہوا تو اس پر اخبار کی طرف سے تنقید کی گئی۔ اس تنقید کے جواب میں ۱۰رجون ۱۹۳۵ء کو علامہ اقبالؒ کا اسی اخبار ''اسٹیٹسمین'' میں ایک جوابی مضمون شائع ہوا، جس کا اقتباس ملاحظہ ہو:

''میرے بیان مطبوعہ ۱۴رمئی پر آپ نے تنقیدی اداریہ لکھا۔ اس کیلئے میں آپ کا ممنون ہوں۔ جو آپ نے اپنے مضمون میں اٹھایا ہے وہ فی الواقعہ بہت اہم ہے اور مجھے مسرت ہے کہ آپ نے اس سوال کی اہمیت کو محسوس کیا ہے، میں نے اپنے بیان میں اسے نظر انداز کر دیا تھا۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ قادیانیوں کی تفریق کی پالیسی کے پیش نظر جو انہوں نے مذہبی اور معاشرتی معاملات میں ایک نئی نبوت کا اعلان کر کے اختیار کی ہے، خود حکومت کا فرض ہے کہ وہ قادیانیوں اور مسلمانوں کے بنیادی اختلافات کا لحاظ رکھتے ہوئے آئینی اقدام اٹھائے اور اس کا انتظار نہ کرے کہ مسلمان کب مطالبہ کرتے ہیں۔ اور مجھے اس احساس میں حکومت کے سکھوں کے متعلق رویہ سے اور بھی تقویت ملی۔ سکھ ۱۹۱۹ء تک آئینی طور علیٰحدہ سیاسی جماعت تصور نہیں کئے جاتے تھے۔ لیکن اس کے بعد علیٰحدہ جماعت تسلیم کر لئے گئے۔ حالانکہ انہوں نے کوئی مطالبہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ ہائیکورٹ نے فیصلہ کیا تھا کہ سکھ ہندو ہیں''۔

آگے چل کر اسی مضمون میں آپ تحریر کرتے ہیں:

''اس امر کو سمجھنے کیلئے کسی خاص ذہانت یا غور و فکر کی ضرورت نہیں کہ جب قادیانی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں علیٰحدگی کی پالیسی اختیار کرتے ہیں پھر وہ سیاسی طور پر مسلمانوں میں شامل رہنے کیلئے کیوں مضطرب ہیں؟ علاوہ سرکاری ملازمتوں کے فوائد کے ان کی موجودہ آبادی جو ۵۶۰۰۰ ہے۔ انہیں کسی اسمبلی میں ایک نشست بھی نہیں دلا سکتی۔ اس لئے انہیں سیاسی اقلیت کی حیثیت بھی نہیں مل سکتی۔ یہ واقعہ اس امر کا ثبوت ہے کہ قادیانیوں نے اپنی جداگانہ سیاسی حیثیت کا مطالبہ نہیں کیا۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مجالس قانون ساز میں ان کی نمائندگی نہیں ہو سکتی۔ نئے دستور میں ایسی اقلیتوں کے تحفظ کا علیٰحدہ لحاظ رکھا گیا ہے لیکن میرے خیال میں قادیانی حکومت سے کبھی علیٰحدگی کا مطالبہ کرنے میں پہل نہیں کریں گے۔ ملت اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیٰحدہ کر دیا جائے۔ اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیٰحدگی میں دیر کر رہی ہے کیونکہ وہ ابھی اس قابل نہیں کہ چوتھی جماعت کی حیثیت سے مسلمانوں کی برائے نام اکثریت کو ضرب پہنچا سکیں۔ حکومت نے ۱۹۱۹ء میں سکھوں کی طرف سے علیٰحدگی کے مطالبے کا انتظار نہ کیا اب وہ قادیانیوں سے ایسے مطالبے کا انتظار کیوں کر رہی ہے؟''

(جاری ہے)